THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, January 28, 2013
(90th Session)
Volume II, No.05
(Nos. 01-11)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran...	1
2.	Leave of Absence..	2
3.	Resolution Admitted on Eradication of Spurious and Substandard Drugs...	3
4.	Points of Order:	
	I) Governor's Rule in Balochistan..............................	4-8
	II) Security and Protection for Working Journalists....	9-18

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume II **SP. II(05)/ 2013**
No.05 **15**

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, January 28, 2013

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty six minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation From The Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا

عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ

اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ

نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں اور جو نبی امی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل
میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور ان کے لیے سب پاک
چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اتارتا
ہے جو ان پر تھیں سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی حمایت کی اور اسے مدد دی اور اس کے نور کے
تابع ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے یہی لوگ نجات پانے والے ہیں

سورۃ الاعراف (آیت 157)

Leave of Absence

Mr. Chairman: Leave applications.

جناب اعتزاز احسن صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 22,23 اور 28 جنوری تا حالیہ اختتام اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب روزی خان کاکڑ صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ چوبیس جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد اسحاق ڈار صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 28 جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب ظہیر الدین بابر اعوان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 22 and 23 January کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Now we take up item No.2, Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi, he is not present. We move on to item No.3, Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi, he is not present. Item No.4, Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi, he is not present. There is a commenced business and it has already been admitted on 21st January. So who would like to speak on this. Yes Jahangir Bader.

سینیٹر محمد جہانگیر بدر (قائد ایوان): جناب چیئرمین! at the last day of the sitting یہ رپورٹ مانگی گئی تھی on the incident of burning the factory. اس پر جو

ہلاکتیں ہوئی تھیں، جو کیس ہوا تھا report is ready. رضا ربانی صاحب اور Leader of the Opposition اس سلسلے میں آئے تھے، وہ جس وقت کہیں گے رپورٹ ان کے حوالے کر دی جائے گی۔

Mr. Chairman: Probably Raza Rabbani *sahib* is going through the report. That is to be placed on record, you know. You can place it now. So we move on to other items also.

جہانگیر بدر صاحب ایک resolution ہے، item No.6 میں، اس پر طاہر حسین مشہدی صاحب موجود نہیں ہیں، نسرین جلیل صاحبہ موجود نہیں ہیں، کامل علی آغا صاحب موجود نہیں ہیں، اسلام الدین شیخ صاحب نہیں ہیں، شاہی سید صاحب بھی نہیں ہیں، کلثوم پروین صاحبہ بھی نہیں ہیں، فرحت اللہ بابر صاحب بھی نہیں ہیں جو mover ہیں۔ فرحت اللہ بابر صاحب would you like to move item 6? This is a resolution jointly singed by all the honourable senators. جی فرحت اللہ بابر صاحب۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب والا! کرنل طاہر حسین مشہدی صاحب نہیں ہیں۔

Mr. Chairman: Then you may like to defer it.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جی defer کر دیں۔

Mr. Chairman: So, it is being deferred. Then we move on to another resolution, Mrs. Nuzhat Sadiq, she is not present. Then there is a resolution from Mr. Muhammad Talha Mahmood, itme No.8.

Resolution Admitted on Eradication of Spurious and Substandard Drugs

Senator Muhammad Talha Mahmood: I move the following resolution:−

> "This House recommends that effective steps be taken to eradicate manufacturing and sale of spurious and substandard drugs in the country."

Mr. Chairman: Who would like to speak on this resolution? Yes Talha *sahib*, Do you want to start the discussion today. Jahangir Bader *sahib*

دیکھیں صحافی بھائی جو walkout کر کے گئے ہیں ان کا پتا کریں۔ جی حافظ حمد اللہ صاحب۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: شکریہ جناب چیئرمین! آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ بلوچستان میں گورنر راج کا نفاذ کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: اس resolution پر بات کرنا چاہتے ہیں یا آپ کا point of order ہے۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: Point of order پر بات کرنا چاہ رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: تھوڑا سا میں ایجنڈا کر لوں پھر آپ point of order پر بات کر لیں۔ مجھے اس کو complete کر لینے دیں۔ Resolution is admitted for discussion میں آپ کو ابھی موقع دیتا ہوں۔ ایٹم نمبر ۹ کرنل طاہر حسین مشہدی he is not present. Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi, again he is not present. جی حافظ حمد اللہ صاحب۔

Points of Order

Governor's Rule in Balochistan

سینیٹر حافظ حمد اللہ: شکریہ جناب چیئرمین! آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ بلوچستان میں گورنر راج کا نفاذ کیا گیا ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام، بی این پی (عوامی) و دیگر اتحادی جماعتوں نے اس وقت سے لے کر آج تک ہر فورم پر گورنر راج کے خلاف احتجاجی تحریک شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ پشتو میں ایک کہاوت ہے جو ہم اپنے اکابرین سے سنتے آئے ہیں بالخصوص مولانا شیرانی صاحب سے، کہتے ہیں کہ کسی کے گھر میں مہمان آتا تھا، جس رات وہ مہمان ٹھہراتے اسی رات چوری ہو جاتی، اگلی دفعہ جب مہمان آیا تو گھر والوں نے ان سے کہا کہ ہم آپ کو چور نہیں کہہ سکتے، اللہ نہ کرے آپ چور ہوں لیکن جس رات آپ ٹھہرتے ہیں چوری اسی رات ہو جاتی ہے، یہ سوال ہے لہذا یہ بھی ایک سوال ہے کہ جب بھی پیپلز پارٹی کی حکومت آتی ہے تو بلوچستان کا مینڈیٹ چوری ہو جاتا ہے۔ بد قسمتی سے ہم یہ تسلیم کرتے

ہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی جمہوریت پر یقین رکھتی ہے اور جمہوریت کے لیے انہوں نے قربانیاں بھی دی ہیں لیکن جب بھی پیپلز پارٹی کی حکومت آتی ہے خواہ 1973 میں ہو، 1990 میں ہو یا آج 2013 میں حکومت آتی ہے تو جمہوری مینڈیٹ چوری ہو جاتا ہے۔ اس پر بالخصوص بلوچستان میں ڈاکہ ڈالا جاتا ہے، اس کو hijack کیا جاتا ہے۔ ہمیں تو امید یہ تھی کہ تیرہ اور چودہ کی درمیانی شب جب وزیراعظم صاحب بلوچستان آئے، اس مقصد کے لیے کہ ہمیں قاتلوں سے تحفظ دیں گے، ہمیں اغوا کاروں سے تحفظ دیں گے لیکن ادب کے ساتھ انہوں نے پوری اسمبلی کو اغوا کر لیا۔ انہوں نے تو پوری اسمبلی کو hijack کیا، انہوں نے بلوچستان کے سات آٹھ ملین عوام کے مینڈیٹ کو، حق جمہوریت کو، حق حکمرانی کو قتل کیا۔ جمعیت العلمائے اسلام، بی این پی (عوامی) آپ کی ساتھی بھی ہے، مرکز میں میر اسرار اللہ زہری کی قیادت میں حکومت کے ساتھ الحاق ہے۔ گورنر راج صرف پیپلز پارٹی کے account میں کیوں آتا ہے؟ ایک طرف ہم کہتے ہیں کہ جمہوریت کی بنیاد پر پیپلز پارٹی نے تین دفعہ حکمرانی کی لیکن یہ بھی ایک سیاہ تاریخ ہے کہ یہاں اگر جمہوریت میں انہوں نے hat-trick پوری کر لی تو گورنر راج میں بھی انہوں نے hat-trick پوری کر لی۔ کیا ان دونوں ادوار کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو کیا یہ جمہوریت سے تصادم نہیں ہے؟ تضادات نہیں ہیں؟

جناب والا! دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ بدامنی کی بنیاد پر ہم نے بلوچستان میں گورنر راج نافذ کیا۔ پورے ملک میں نو ہزار حملے ہو چکے ہیں۔ ملک ایک میدان جنگ بن چکا ہے۔ کیا آپ اس کو امن کہہ سکتے ہیں جس کے نتیجے میں 40 ہزار لوگ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق لقمہ اجل بن گئے۔ پھر تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس کی بنیاد پر ہم حکومت کا خاتمہ کرتے۔ جمہور کا حق حکمرانی چھین لیتے تو پھر اس ملک میں جنرل راج ہونا چاہیے یا صدر راج ہونا چاہیے جس کی جمہوری پارٹیاں حمایت نہیں کر سکتیں۔ اگر بدامنی گورنر راج کے لیے دلیل بن جاتی ہے تو پھر بدامنی صوبہ سندھ میں بالخصوص کراچی میں بھی ہے۔ کراچی میں voters list کی شفافیت کے لیے تو فوج کو برداشت نہیں کیا جاتا ہے۔ Delimitation کے لیے فوج کو برداشت نہیں کیا جاتا ہے تو پھر بلوچستان میں گورنر راج کی کیوں حمایت کی جاتی ہے۔ عوام سے پوچھے بغیر یہ کس کو حق پہنچتا ہے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ وزیراعظم کے پاس باقاعدہ ان کے سامنے تمام coalitions parties جو بلوچستان حکومت میں شریک ہیں۔ جس میں جمعیت العلمائے اسلام، BNP یہ ساری پارٹیاں شریک تھیں کہ آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ بلوچستان ایک افسردہ وقت پر آئے ہیں۔ ہم آپ کی مہمان نوازی میں بشمول ایک چیف منسٹر استعفیٰ

آپ کے حوالے کرتے اور اس طرح حکومت کا خاتمہ بھی ہو جائے گا اور احتجاج کرنے والوں کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے گا اور ایوان کو یہ اختیار دیں کہ جس کو بھی وہ چاہیں قائد ایوان منتخب کریں ، یہ ایک جمہوری راستہ ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کی تاریخ بھی صحیح رہے گی عوام کا حق حکمرانی بھی سلب نہیں ہو گا لیکن جس پارٹی کی قیادت سے بھی ہم نے بات کی ہے، خواہ وہ مسلم لیگ (ن) کی ہو، خواہ وہ ANP کی ہو کیونکہ وہ بھی وہاں ہمارے ساتھ شریک حکومت ہے ، خواہ حکومت BNP کی بھی ہو وہ کہتے ہیں کہ وزیر اعظم صاحب نے ہمارے سامنے دو options رکھے کہ یا تو بلوچستان کو فوج کے حوالے کرنا ہو گا یا گورنر راج کا نفاذ ہو گا۔

تیسرا option جو ایک جمہوری option تھا اس کو چھپایا گیا تو اس لیے میں کہتا ہوں یہاں پر امانت میں دیانت سے کام نہیں لیا گیا۔ اس سلسلے میں جمعیت العلمائے اسلام یہ سمجھتی ہے کہ اگر حکومت کوئی ذمہ داری پوری نہیں کرتی تو اس حوالے سے اس کا خاتمہ اگر آپ کرتے ہیں تو پھر بدامنی کی بنیاد پر، اندرونی خلفشار کی بنیاد پر ختم کریں تو خلفشار خیبر پختونخوا میں بھی ہے۔ خلفشار کراچی میں بھی ہے ، آپ بدامنی کا data اور تمام تفصیلات اٹھائیں کہ لاہور ماڈل ٹاؤن احمدی عبادت گاہ میں ایک دھماکہ ہوا جس میں سو لوگ لقمہ اجل بن گئے لیکن وہاں تو گورنر راج نہیں لگایا جاتا۔ جمعیت العلمائے اسلام بحیثیت ایک جمہوری سیاسی پارٹی خواہ وہ پنجاب میں ہو ، سندھ میں ہو ، خیبر پختونخوا میں ہو۔ گورنر راج کی مخالفت کرتی ہے اور اس کی حمایت میں نہیں ہے تو پھر بلوچستان میں گورنر راج کی کیسے حمایت کر سکتی ہے۔ اگر بدامنی اندرونی خلفشار کے سبب ہے تو پھر GHQ بھی غیر محفوظ تھا۔ ایبٹ آباد کا آپریشن آپ کے سامنے ہے ، کامرہ ائیر بیس ، پشاور کا ائیر پورٹ ، مہران بیس کراچی ، تو پھر جنرل کیانی کو بھی فارغ کر دینا چاہیے تھا لیکن وہ برقرار ہے۔ اصل ذمہ داری ان کی ہے۔ آپ کی سرحدات غیر محفوظ ہیں۔ ذمہ داری کس کی بنتی ہے ؟

دوسری بات یہ ہے کہ وہاں کی انتظامیہ چیف سیکرٹری ، IG police، IG FC وہ سارے کے سارے وہاں اسی حالت میں کام کر رہے ہیں ، حکومت کی مشینری اور ان کے پرزے تو یہی ہیں کہ وہ چیف سیکرٹری سے کام کروائیں ، وہ پولیس سے کام کروائیں ، وہ FC سے کام کروائیں ، لہذا اختیارات وہی جو ہم نے دیئے تھے اور افسر وہی جو ہمارے زمانے میں تھا تو اب کونسی تبدیلی آئی ہے۔ لہذا گناہ صرف ہم نے کیا، بلوچستان کو ہم نہیں دیکھ رہے ، بلوچستان میں 20 جنوری کو تھوڑا احتجاج رہا اور احتجاجی مظاہرے رہے۔ 25 جنوری کو پورے بلوچستان میں ایک دکان بھی کھلی ہوئی نہیں تھی

شٹر ڈاؤن تھا۔ اب یکم فروری کو جمعیت العلمائے اسلام ، بی این پی عوامی اور دیگر جماعتوں نے پہیہ جام کا اعلان کیا ہے۔میں دیکھوں گا کہ کون سی قوت ہے کہ وہ گاڑی چلائے۔ سائیکل کا پہیہ بھی نہیں چلا سکتا ہے۔میں پاکستان کے سیاستدانوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کی حقیقی لیڈر شپ کون ہے اور جعلی لیڈر شپ کون ہے ؟ ادھر مختلف صوبوں میں جو باتیں ہو رہی ہیں۔ قیادت کے ساتھ کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ بلوچستان کی حقیقی لیڈر شپ سیاسی میدان میں نہیں ہے تو پھر میں یکم کو دکھاؤں گا کہ حقیقی لیڈر شپ جمعیت العلمائے اسلام ہے یا وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو حقیقی لیڈر شپ کہتے ہیں۔آج بھی غیر جانبدارانہ الیکشن کرائیں جس میں کسی بھی ادارے کی مداخلت نہ ہو تو میں دیکھتا ہوں کہ حقیقی لیڈر شپ کتنی seats بلوچستان سے حاصل کر سکتی ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ جمعیت العلمائے اسلام یہ ظلم سمجھتی ہے اور پیپلز پارٹی کے لیے بھی مستقبل میں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام اس بنیاد پر اس ایوان میں آج ایک بار پھر بشمول BNP کے احتجاج کرتی ہے۔جب تک یہ گورنر راج رہے گا اس کے بعد ہمارا اگلا قدم یہ ہو گا کہ کوئٹہ کے ائیر پورٹ سے جہاز کیسے take off کریں گے۔ یہ بھی ہم ثابت کریں گے۔

(اس مرحلے پر ایوان سے جمعیت العلمائے اسلام اور BNP کے ممبران واک آؤٹ کر گئے)

Mr. Chairman: Yes, *Baloch sahib*, do you want to respond on this?

سینیٹر صابر علی بلوچ (ڈپٹی چیئرمین): جناب، یہاں دیانت کی بات کی گئی ، یہاں پر زیادتی کی بات کی گئی۔ اب یہ کوئی دیانت ہے ، کیا یہ زیادتی نہیں ہے کہ وہ اپنا point of view دے کر اس کے بعد ایوان سے نکل کر باہر چلے جاتے ہیں اور دوسرے کا point of view سننے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔Sir, I don't want to give an explanation یہ ہم نے پہلے بھی دی ہے لیکن آج چونکہ وہ وہاں بیٹھے ہوئے TV پر میری باتیں سن رہے ہوں گے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب چیئرمین صاحب! سینیٹ کے record پر یہ بات بھی موجود ہے کہ ان کے لیڈر آف دی ہاؤس حیدری صاحب، شیرانی صاحب اور حمد اللہ صاحب ابھی تقریر کر کے اٹھ کر چلے گئے ہیں۔ سینیٹ سیکرٹیریٹ کے record پر یہ بات موجود ہے کہ انہوں نے بلوچستان میں امن و امان کے متعلق کیا کیا باتیں کی ہیں اور کیا کیا انہوں نے الزامات لگائے ہیں اور ہمیشہ انہوں نے یہ کہا کہ فیڈرل گورنمنٹ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی۔ فیڈرل گورنمنٹ ناکام ہو چکی ہے۔ بلوچستان میں قتل و

غارت گری ہو رہی ہے۔ بلوچستان میں حکومت نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور مولانا صاحب کی بڑی پارٹی وہاں حکومت میں ہے۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وزیراعظم صاحب کے پاس ہم گئے تھے۔ آپ کو وزیراعظم صاحب کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ان سو لاشوں کے پاس جاتے جہاں سردی میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہاں پر آپ چھوٹے بچوں ، عورتوں کے پاس نہیں جا سکے جبکہ آپ وہاں حکومت میں وزیر بنے بیٹھے ہیں۔ آپ ان کے problems سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ذمہ داری فیڈرل گورنمنٹ کی بھی ہوتی ہے۔ ذمہ داری صوبائی حکومت کی بھی ہوتی ہے۔

جناب والا! جو وہ کہتے ہیں کہ وہاں پر گورنر راج لگایا گیا ہے یہ تو ان کی اپنی demand تھی۔ آپ کی تقاریر سینیٹ سیکرٹیریٹ میں موجود ہیں۔ آپ ان کو نکال کر صرف ان کو بتائیں تو سہی کہ چار دن پہلے آپ نے کیا کیا باتیں کی ہیں اور کون کونسی تقریریں کی ہیں۔ آپ نے خود فیڈرل گورنمنٹ کو دعوت نہیں دی ہے کہ وہ وہاں مداخلت کریں اور جب فیڈرل گورنمنٹ اپنی ذمہ داری پوری کرتی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے۔وہ کہتے ہیں اور ہم نہیں کہتے ہیں کہ everything is good پنجاب میں problems ہیں ، سندھ میں ، فرنٹیئر میں ہیں لیکن سندھ ، فرنٹیئر میں اور ان کے چیف منسٹرز اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنی جگہ پر they are trying to meet the problem سال کے گیارہ ، ساڑھے گیارہ مہینے آپ کی پوری کابینہ وزیراعلیٰ سمیت اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ چیف سیکرٹیری ، IG وہی وہاں پر موجود ہیں۔ Politicians کا کام پالیسی دینا ہے execution بیوروکریسی کرتی ہے۔ آپ وہاں پر موجود ہوں گے۔ آپ مسائل کو سمجھیں گے ۔آپ مسائل کو دیکھیں گے اور آپ کوئی پالیسی دیں گے۔ جب آپ کسی کو پالیسی نہیں دے رہے ہیں اور آپ وہاں پر موجود نہیں ہیں اور آپ کا اس گورنمنٹ کے ساتھ کوئی عمل دخل نہیں ہے ، اس صوبے کے ساتھ نہیں ہے تو آپ کے احکام کی کون execution کرے گا۔ Why to blame the bureaucracy آپ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ آپ نے کتنی ایمانداری کے ساتھ کام کیا ہے اور بجائے ایمانداری کے 25/30 کروڑ روپے کے فنڈز لے کر آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور صبح سے شام تک مصروف ہیں کہ ان کو کس طرح استعمال کیا جائے۔ اس کے علاوہ کیا کوئی گورنمنٹ اس طرح ہوتی ہے جس طرح آپ نے چلائی ہے اور اس کے باوجود بھی فیڈرل گورنمنٹ نے بہت انتظار کیا اور فیڈرل گورنمنٹ نے بہت بردباری دکھائی اور آخر مجبور ہو کر پرائم منسٹر صاحب ان لاشوں کے ساتھ بات کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ ایک صوبائی وزیر بھی ان کے ساتھ وہاں بیٹھا ہوا نہیں

ہے۔ حکومت اس طرح کرتی ہے اور اس کے باوجود Article 234 کو بنیاد بنا کر اس کو execute کرنا فیڈرل گورنمنٹ نے دو مہینے کے لیے صوبائی اسمبلی کو suspend کیا ہے اور وہ suspension اس طرح نہیں ہے۔ اس کے باوجود صوبائی اسمبلی کام کر رہی ہے اور صوبائی اسمبلی meet کر رہی ہے تو اس کے بعد بجائے آپ بات کر کے اس طرح چلیں جائیں، آپ جائیں Federal Government کے ساتھ ملیں اور پھر اس سے اپنی باتیں کریں اور اپنے آپ کو ذمہ دار بنائیں اور اپنی ذمہ داری کا ثبوت دے دیں تو تب جا کر بات بنتی ہے۔ یہ جو کچھ ہوا ہے وہ اسی جمعیت علمائے اسلام کے لیڈران اور بلوچستان سے تعلق رکھنے والے ممبران کی سفارشات، رونے دھونے پر ہوا۔ انہوں نے فیڈرل گورنمنٹ کو الزام دیا کہ آپ intervene نہیں کر رہے ہیں۔ شکریہ۔

Security and Protection for Working Journalists

جناب چیئرمین: جی مشاہد حسین سید۔

سینیٹر مشاہد حسین سید: جناب چیئرمین: میرا point of order is pertaining to the Journalists' *dherna*. میں اور چوہدری شجاعت صاحب لاہور سے آرہے تھے تو ہماری جرنلسٹوں سے بات ہوئی اور ابھی انہوں نے walk out بھی کیا ہے اور لیڈر آف دی ہاؤس بھی وہاں گئے ہیں۔ اس کے بارے میں تھوڑا سا context دے دیں۔ ایک تو ان کا احتجاج بالکل جائز ہے کیونکہ ہر دن، دوسرے دن کوئی نہ کوئی واقعہ ہوتا ہے جس میں ہماری صحافی برادری کے لوگوں پر، چاہے وہ رپورٹرز ہیں، working journalists ہیں یا خاص طور پر فوٹر گرافر اور نیوز کیمرہ مین ہیں، حملے ہو رہے ہیں۔ کئی ان میں شہید بھی ہوئے ہیں۔ صابر بلوچ صاحب نے کوئٹہ کی بھی بات کی اور بلوچ صاحب نے بڑی صحیح باتیں کیں۔ ابھی سماء ٹی وی کا نوجوان جرنلسٹ، رپورٹر مارا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جرنلسٹوں کا وفد چوہدری شجاعت صاحب کے ساتھ ملا تھا تو انہوں نے فیصلہ کیا۔ ان کے بھائی چوہدری وجاہت حسین جو Human Resource Development کے وزیر ہیں اور جو former Labour Ministry تھی اس کا ایک ادارہ Employees Old Age Benefits Institution (EOBI) ہے، اس کے تحت ایک انشورنس کمپنی صحارا انشورنس بن رہی ہے، جو basically Overseas Pakistanis کی relief اور ان کے کام کے لیے ہے، اس میں ہم نے خاص طور پر شامل کروایا کہ یہ Journalists, Photographers and News Cameramen کو life

insurance, health insurance, accident insurance میں include کریں تا کہ کوئی injuries وغیرہ اور دہشت گردی کا خدانخواستہ اگر کوئی واقعہ ہو تو ان کی مدد ہو سکے۔ افسوس کی بات ہے کہ camera insured ہے، equipment insured ہے لیکن اس کے پیچھے جو human being ہے، انسان ہے، that is not insured اور اس کی ذمے داری صرف حکومت کی نہیں ہے۔ اس پر بھی ہم نے ایک initiative لیا ہے۔ حکومت کی طرف سے ہم جو کر سکتے ہیں، کریں گے لیکن میں یہ بھی کہوں گا کہ مالکان کی بھی ذمے داری ہے۔ اتنے بڑے بڑے چینلز، میڈیا کے ادارے ہیں اور انہیں کروڑوں اربوں روپے کے اشتہار بھی مل رہے ہیں، they are all doing very well, they are very thriving also, so ایک collective responsibility ہے۔ اس سلسلے میں even before the elections, this initiative should be taken ابھی چوہدری شجاعت صاحب کی بات with the Ministry of Human Resource Development سے ہوئی ہے۔ ہم انشورنس کی اس سکیم کو before the dissolution of Assemblies آگے لے آئیں گے۔ یہ بہت ضروری ہے because this is an issue of democracy also in the sense کہ fourth pillar of the State جو اس وقت میڈیا ہے؟ یہ ہماری جاندار جمہوریت کا ایک بہت بڑا ستون ہے اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر یہ کام کر رہے ہیں۔ ان کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس لیے ہم باہر جا کر ان کے دھرنے میں بھی شامل ہوں گے اور ان کے ساتھ یکجہتی کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Yes, Zahid Khan *sahib*, on point of order.

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ چیئرمین صاحب! میرا پوائنٹ آف آرڈر بھی جرنلسٹوں کے حوالے سے ہے۔ انہوں نے باہر دھرنا دیا ہوا ہے اور وہ جو مطالبات کر رہے ہیں وہ سب جائز ہیں۔ اس وقت ملک کی جو صورت حال ہے، اسے آپ بہتر سمجھتے ہیں، ایک طرف ہماری سیکورٹی فورسز پر حملے ہو رہے ہیں لیکن دوسری طرف جرنلسٹوں پر ہو رہے ہیں۔ یہ ایک جہاد کر رہے ہیں۔ جہاد اس لیے کہ وہ عوام کے سامنے سچائی لے کر آتے ہیں۔ جو لوگ اس کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں اور وہ ملک کو برباد، یا سٹیٹ کو ناکام کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں، جو ہمارے ملک کے دشمن ہیں یا ملک سے باہر سے بھی ہیں، ان کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ انہیں بے نقاب کرنے میں ان کی جان بھی چلی جاتی ہے، وہ شہید

ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح پاکستان کے اور اداروں کے افراد کو compensate کیا جاتا ہے، اسی طرح ہمارے جرنلسٹوں کو بھی کیا جائے اور یہ ان کا حق ہے کیونکہ ایک محاذ تو وہ ہے جس پر ہماری security forces لڑتی ہیں اور ایک محاذ یہ بھی ہے کہ جس پر وہ کیمرے کی آنکھ سے حقائق دکھاتے ہیں۔ اس میں ان کے لیے بھی threat ہے۔ اگر ان کو security provide کر سکتے ہیں تو بہت اچھی بات ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ فاٹا میں جو لوگ، جرنلسٹ شہید ہو رہے ہیں، انہیں کچھ نہیں ملتا۔ یہ تھوڑا بہت دیتے ہیں لیکن وہ بھی کم ہے کیونکہ عوام میں سے اگر کسی کی جان دہشت گردی میں چلی جاتی ہے تو اسے تین لاکھ روپے فی کس دیتے ہیں۔ ان کو بھی وہی تین لاکھ دیتے ہیں۔ یہ تین لاکھ نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ ان کا ذریعہ معاش یہی ہوتا ہے۔ وہ بیچارہ جب شہید ہو جاتا ہے تو اس کے بچے کیا کریں گے؟ ان کی ایجوکیشن کا کیا بنے گا؟ ان کے بچوں کی کفالت کا کیا ہو گا؟ اس لیے ان کے مطالبات جائز ہیں۔ دوسرے یہ کہ پرنٹ میڈیا کے ایسے بھی ادارے ہیں جن میں لوگوں کو تنخواہ ہی نہیں مل رہی۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو سائیکل پر اخبار بیچتے تھے، آج اس کے اثاثے ان اخبارات کے مالکان کے اثاثوں سے اتنے زیادہ ہیں کہ کسی صنعتکار کے بھی اتنے اثاثے نہیں ہوں گے لیکن ان بیچارے ورکروں کو چھ چھ مہینے تک تنخواہ نہیں ملتی۔ اب وہ اپنے بچوں کا پیٹ کیسے پالیں۔ جناب! یہ آسان کام نہیں ہے۔ یہ ریاست اور حکومت کی بھی ذمے داری ہے۔ ہماری وزارت اطلاعات یہ لنک کرے کہ جو ادارہ تنخواہ نہیں دے گا، اسے اشتہار نہیں ملے گا۔ تب کہیں جا کر یہ چیز counter ہو گی۔ تب ہی ان لوگوں کو کوئی سہولت ملے گی۔ اگر ہم اسی طرح بیٹھے رہیں گے تو جو بلوچستان میں ہوا وہی ہو گا۔ اسی طرح آپ نے دیکھا کہ اور کزئی ایجنسی، وزیرستان میں ہوا۔ ہمارے صوبے میں تو یہ لوگ فرنٹ لائن پر ہیں۔ جس طرح ہم مر رہے ہیں، وہ بھی ہمارے ساتھ شہید ہو رہے ہیں۔ میں حکومت سے کہوں گا کہ حکومت بھی کچھ کرے کیونکہ اس کے بغیر کچھ نہیں ہو گا۔ اداروں کے مالکان کے اشتہاروں کے لیے یہ شرط لگا دیں کہ جو ادارہ اپنے ورکروں کو تنخواہ نہیں دے گا، اسے اشتہار نہیں ملے گا۔ دوسرے یہ کہ صوبائی حکومت بھی ان کو compensate کرے۔ وہ تین لاکھ روپے پر نہ ٹرخائے۔ اس کے ساتھ فیڈرل گورنمنٹ بھی کچھ امداد دے تاکہ ان کے بچوں کی کفالت ہو سکے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی جہانگیر بدر صاحب۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: جناب چیئرمین! میڈیا کے جو رہنما ہیں، جنھوں نے ابھی یہاں سے walkout کیا ہے، I went to them, انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح ۹۵ کے قریب میڈیا کے افراد شہید ہو چکے ہیں۔ ان کا کسی جگہ قطعی کوئی نوٹس نہیں لیا گیا، نہ ہی انہیں مالی امداد دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے ایوان کی توجہ، اپنے باہر کے کیمپ پر بھی مبذول کرائی ہے۔ پہلے میں ان کے مطالبات آپ کے سامنے پیش کردوں، پھر میں اس پر دو تین فقرے اور کہوں گا۔ انہوں نے کہا ہے شہید جرنلسٹوں کے لواحقین کے لیے معاوضے کی ادائیگی، فوجی اور سپاہیوں کے معاوضے کے مساوی کی جائے۔ انہوں نے demand کی ہے کہ Eighth Wage Board کی تشکیل کی جائے۔ نیشنل پریس کلب اسلام آباد کی دو سال سے گرانٹ بند ہے، اس کی ادائیگی کی جائے۔ Journalists' Victim Fund کی تشکیل کی گئی تھی اس کے بیس کروڑ روپے کے فنڈ کے اجراء کو یقینی بنایا جائے۔ صحافیوں کی سیکورٹی کے اقدامات کیے جائیں۔ سابق وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی نے جو ان سے وعدے کیے ہیں، ان پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔ میڈیا مالکان کو پابند کیا جائے کہ وہ شہید ہونے والے صحافیوں کے خاندانوں کو کم از کم پچیس لاکھ روپے معاوضہ ادا کریں گے اور وہ بچوں کی کفالت کا ذمہ اٹھائیں جس طرح سرکاری اداروں میں ہے۔ جناب چیئرمین! انہوں نے ہاؤس کی توجہ اس جانب بھی مبذول کرائی ہے کہ دنیا کی کئی Parliaments میں یہ customs and traditions ہیں کہ جب پریس واک آؤٹ کرتا ہے تو اس دوران ان کے ساتھ بات چیت کی جاتی ہے اور ایوان کی کارروائی معطل کر دی جاتی ہے۔ وہ چاہ رہے ہیں کہ یہ ایوان بھی ان کی طرح یہاں یہ روایت قائم کرے اور جب اس طرح کی صورت حال پیش آئے تو کارروائی روک دی جائے۔ دوسرا انہوں نے بڑا strongly یہ مطالبہ کیا ہے کہ Leader of the House and the Leader of the Opposition اور تمام ہاؤس، سینیٹ کے ممبران، ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے، باہر ان کے کیمپ کا وزٹ کریں۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے۔ I will be going there. میری آپ سے درخواست ہے اور ایوان کے تمام ممبران اگر ان کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بلاشبہ قائد ایوان نے جو بہت سے issues raise کیے، اس میں بہت سے concerns ہیں جن کے measures حکومت نے لینے ہیں۔

And you represent the Government over here, kindly take up all these issues with your Government. Secondly, the one which relates to the owners of the media

ان سے بھی آپ discussion کر لیں۔

For the proceedings to be suspended during their walk out, we can have a discussion on this in Business Advisory Committee with the Leader of the House and the Leader of the Opposition and if we come to a consensus on that, certainly we will adopt those things.

جناب چوہدری شجاعت صاحب۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! مشاہد حسین صاحب نے جس بات کا ذکر کیا ہے میں اس کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہنا چاہوں گا کہ Sahara Insurance Company کے ذریعے جو insurance کا فیصلہ کیا گیا تھا، میں Ministry of Labour کو بھی کہوں گا کہ وہ اس کو جلد از جلد کرنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں یہ کر دیا گیا ہے کہ اس کو دس لاکھ روپے دیے جائیں گے اور زاہد خان صاحب نے فاٹا کا کہا ہے تو انشاء اللہ فاٹا کو بھی اس میں include کر دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین: یہ ایک اچھی بات ہے کہ آپ Sahara کے ذریعے insurance کرانا چاہتے ہیں۔ جناب راجہ ظفر الحق صاحب۔

سینیٹر راجہ ظفر الحق: جناب چیئرمین! شکریہ۔ باہر صحافیوں کا camp لگا ہے اور انہوں نے اس ایوان کی کارروائی کے دوران walk out کیا ہے۔ میں نے ان کے سارے مطالبات دیکھے ہیں اور یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے سارے مطالبات جائز ہیں۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ ان کی insurance and working conditions کی بہتری کے لیے اس ایوان نے ایک قرار داد اور law بھی pass کیا تھا، اس پر ابھی تک عمل درآمد نہیں ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا بھر میں پاکستان کو صحافیوں کے لیے خطرناک ترین ملک قرار دیا گیا ہے۔ تھوڑے سے عرصے میں 95 صحافیوں کو شہید کیا گیا ہے، ان کی جانیں ضائع ہوئی ہیں یا ان کی target killing کی گئی ہے۔ ان پر باقی pressures کے علاوہ economic pressures مالکان کی طرف سے بھی ہے۔ مزید یہ کہ معاشرے کی طرف سے دباؤ کے علاوہ حق بات کہنے پر افتاد بھی آسکتی ہے، یہ ساری باتیں ان کی working conditions کو بہت مشکل

بنا دیتی ہیں۔ میں اس شعبے کے لوگوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ national issues پر خواہ judiciary کی independence ہو، democracy یا کوئی اور national issue اور cause ہو، اس کے لیے ہمیشہ vanguard کے طور پر کام کرتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ ولی خان بابر کو کراچی میں target killing کے ذریعے شہید کیا گیا اور چھ کے چھ گواہوں کو ایک ایک کر کے شہید کیا گیا۔ ان حالات میں اگر کسی کو انصاف نہ ملے اور اس کے ساتھ یہ سلوک ہو تو پاکستان میں مشکل ترین حالات میں صحافت کے شعبے میں سر ہتھیلی پر رکھ کر ہی کوئی قدم رکھے گا۔ پاکستان میں صحافت کو جو آزادی حاصل ہے، وہ ان کی اپنی قربانی کی وجہ سے ہے، ان پر کسی نے احسان نہیں کیا۔ انہوں نے اس کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں جن کی بنا پر یہ آزادی ملی ہے۔ میں ان کے مطالبات کی مکمل حمایت کرتا ہوں اور ہم اپوزیشن کی طرف سے ان کے camp میں جا کر ان کے ساتھ اظہار یکجہتی بھی کریں گے۔ حکومت کو اس سلسلے میں عملی اقدامات کرنے چاہییں تا کہ ان کی دادرسی ہو سکے۔

جناب چیئرمین: روبینہ خالد صاحبہ۔

سینیٹر روبینہ خالد: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں آپ کی توجہ اور آپ کے توسط سے Ministry of Information کی توجہ اسی media کے ایک حصے کی طرف دلاتی ہوں جو creative media کہلاتا ہے۔ اس وقت ان کے معاشی قتل کی تیاری کی جا رہی ہے۔ جب ضیاء الحق نے ہمارے شہید چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت ختم کی، اس سال میں regional languages کے علاوہ صرف اردو زبان کی دو سو فلمیں release ہوئی تھیں۔ اب دو سال ہو گئے ہیں، ہم 'بول' کے بعد کوئی اردو فلم produce نہیں کر سکے۔ خیر جو ہوا، سو ہوا، ہم نے اپنی film industry کا جو حشر کیا، وہ الگ بات ہے لیکن ہم اپنی drama industry کا بھی وہی حشر کرنے جا رہے ہیں۔ اس سے پہلے media channels کے کہنے پر Star Plus کے ڈراموں پر پابندی لگائی گئی لیکن حیرت کی بات ہے کہ یہی ڈرامے مختلف channels دکھا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک ظلم یہ بھی شروع کیا گیا ہے کہ ترکی یا دیگر ممالک کے بنے ہوئے ڈراموں کو اردو میں dub کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

Mr. Chairman: Robina Khalid *sahiba*, I have seen today that some honourable Senators have moved a call attention notice.

Senator Robina Khalid: I have done it myself.

Mr. Chairman: Probably when it comes, you know, you will have a discussion on that day. You have moved a call attention notice

اس وقت اس پر بات کر لیجیے گا not today کیونکہ آج journalists نے walk out کیا تھا، اس issue پر بات ہو رہی ہے۔ That would be taken up in due course.

سینیٹر روبینہ خالد: ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: محسن لغاری صاحب۔

سینیٹر محمد محسن خان لغاری: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ آج ہم journalists کی safety کے جس issue پر discussion کر رہے ہیں، میرے خیال میں in a number of casualties in last few years Pakistani journalists have had to suffer. پاکستان دنیا کا سب سے خطرناک ملک ہے۔ اس میں legislative level پر ہم ایک چیز کر سکتے ہیں کہ جو press declaration دی جاتی ہے، جس کے تحت کوئی اخبار یا خبروں والا ادارہ شروع ہوتا ہے تو ہم اس کی conditions میں ایک amendment لے آئیں کہ اس ادارے کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ اپنے لوگوں کو insured کرے اور ساری دنیا میں insurance companies کو ایک premium دیا جاتا ہے، جس پر insurance کی جاتی ہے۔ ابھی بتایا گیا ہے کہ equipments insured ہیں، camera insured ہے لیکن Cameraman insured نہیں ہے۔ Media house owners human life کو value نہیں دے رہے بلکہ equipment کو value دے رہے ہیں تو اس کے لیے جو legislative changes required ہوں، ہم ایک sincere effort کر کے اس کو part of legislation بنا کر اس issue کو address کرنے کی کوشش کریں۔

جناب چیئرمین: عبدالحسیب خان صاحب۔

سینیٹر عبد الحسیب خان: جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ Media کے حوالے سے جو بات ہو رہی ہے، میں اور میری پارٹی اس کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم نے کئی مرتبہ باتیں کی ہیں لیکن ابھی تک کوئی بات حتمی نتیجے تک نہیں پہنچی۔ اس میں دو stakeholders ہیں۔ ایک جو ملازم رکھتے ہیں اور دوسری حکومت، جب تک دونوں بیٹھ کر مسائل کا

حل نہیں نکالیں گے، بات وہیں رہے گی۔ ہم صرف باتیں کرتے رہیں گے، ان کی life secure نہیں ہو گی۔ جناب چیئرمین! میری درخواست ہے کہ مالکان، حکومت اور press and media کے لوگ بیٹھ کر متفقہ طور پر وہ چار، پانچ چیزیں جو بہت اہم ہیں، ان میں insurance, compensation سر فہرست ہونی چاہیے، ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔ Public کے حوالے سے سب سے زیادہ stake press and media والوں کا ہے کیونکہ وہ خطرناک جگہوں پر جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بغیر وقت ضائع کیے حکومت اور media کے مالکان اور media کے قائدین بیٹھ کر ایک لائحہ عمل تیار کریں تا کہ اس پر عمل کیا جا سکے، کم از کم دو تین اہم قوانین ہی بنا دیئے جائیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سعید غنی صاحب۔

سینیٹر سعید غنی: چیئرمین صاحب! بہت بہت شکریہ۔ میں ایک بہت ہی اہم issue پر توجہ چاہوں گا۔ پچھلے دنوں Public Accounts Committee کے چیئرمین نے قومی اسمبلی میں ایک report دی کہ Registrar Supreme Court نے آنے سے انکار کر دیا اور اس پر دہرا تماشا یہ ہوا کہ جج صاحبان نے خود ہی بیٹھ کر ایک stay order جاری کر دیا اور Public Accounts Committee نے جو summon جاری کیے تھے، اس کو suspend کر دیا اور ان کی proceedings روک دی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پارلیمنٹ کے اختیارات پر قدغن کے مترادف ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ اگر rules میں پابندی نہیں ہے تو قومی اسمبلی میں Public Accounts Committee کی جانب سے جو issue take up کیا جا رہا ہے، اس کو سینیٹ میں بھی لایا جائے تا کہ ہم اس پر بات کر سکیں۔

Mr. Chairman: That is a report from PAC. If you intend to move any motion for that, you are at liberty. Abdul Nabi Bangash *sahib*.

سینیٹر عبدالنبی بنگش: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں چونکہ آج ایک delegation کے ساتھ باہر جا رہا ہوں، otherwise میں کل بات کر لیتا، یہ ایک burning issue ہے، ہمارے جنوبی اضلاع پختونخوا میں oil and gas کا مسئلہ ہے، وہاں کے ایک علاقے ٹل بلاک سے oil and gas produce ہوتی ہے، 27 جولائی 2011 کو اس وقت کے وزیراعظم یوسف رضا گیلانی صاحب نے۔۔۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

جناب چیئرمین: جی عبدالنبی بنگش صاحب۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: وزیر اعظم صاحب نے خوشحال گڑھ bridge کے inauguration کے وقت publicly announce کیا کہ ہم ٹل تحصیل کو گیس provide کریں گے لیکن ابھی تک ٹل تحصیل کو گیس نہیں دی گئی، SNGPL نے سروے وغیرہ کیا اور اس کے لئے 902 million روپے مختص کیے گئے۔ میں مختصر بات کروں گا کہ Prime Minister صاحب کی طرف سے directive issue کیا گیا کہ اس کو PSDP 2012–13 میں شامل کیا جائے۔ انہوں نے P and D, Cabinet Division, Ministry of Petroleum اور SNGPL کو بھی لکھا۔ میں یہ پوری فائل سیکریٹری صاحب کے حوالے کر چکا ہوں۔ میں Petroleum and Gas Committee کا ممبر بھی ہوں، یوسف بلوچ صاحب کی مہربانی ہے کہ انہوں نے اس کو agenda پر رکھا، Leader of the House and Deputy Chairman were also there and they are member, وہاں پر وہی bureaucratic رویہ اپنایا گیا۔ اس میں حکومت کی کوئی غلطی نہیں ہے، باوجود اس کے کہ اس پر Prime Minister صاحب کا directive issue ہوا ہے، انہوں نے funds allocate نہیں کیے۔

میں ایک دو ہفتے اپنے district میں رہا ہوں، وہاں لوگوں میں unrest feel ہو رہی ہے، لوگ اب مظاہروں کی طرف آئیں گے، میں نے انہیں cool down کیا ہے کہ میں ملک سے باہر جا رہا ہوں۔ میں نے انہیں 15 فروری تک روکا ہے۔ میں بڑی ذمہ داری سے یہ بات on the floor کہہ رہا ہوں کہ 15 فروری کے بعد حالات یہ ہوں گے کہ لوگ roads پر آئیں گے، وہ gas and oil کی supply کو روکیں گے جس سے law and order کی situation create ہو گی، پھر اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہو گی۔ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا تھا کہ اس پر توجہ دی جائے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. I would certainly ask the Leader of the House to facilitate you.

The House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 29th January, 2013 at 10.30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 29th January, 2013 at 10.30 a.m.]